حامدی کاشمیری اور رہگزر در رہگزر

ڈاکٹر فرحت شمیم

تلخیص: حامدی کاشمیری ایک نظریہ ساز نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین تخلیق کار بھی تھے؛ جنھوں نے بہ یک وقت شاعری، فکشن اور کئی دیگر اصناف میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ اس ضمن میں اُن کی سوانح حیات رہگزر در رہگزر قابل مطالعہ ہے۔ اُن کی دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ سوانح نگاری کے فن میں بھی وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ مذکورہ سوانح میں اُنھوں نے فن سوانح نگاری کے جملہ اصول وضوابط کو ملحوظ رکھنے کی بھر پور اور کامیاب کوشش کی ہے۔ اس سوانح کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں حامدی صاحب کی زندگی کے ساتھ ساتھ کشمیر کی تہذیب وثقافت کے کئی اہم پہلو بھی اُجاگر ہوئے ہیں۔

کلیدی الفاظ: حامدی کاشمیری، سوانح نگاری، سیاسی صورت حال، تہذیب و ثقافت۔

ادب کا ایک درخشاں ستارہ اور دنیا کی نمایاں اور فعال شخصیت کا نام حامدی کاشمیری ہے۔ وہ بیک وقت شاعر، فکشن نگار اور تنقید نگار کی حیثیت سے مشہور ومقبول ہیں۔ ان کی شاعری پر بہت لکھا گیا ہے بحیثیت افسانہ نگار اور ناول نگار بھی تحقیقی وتنقیدی مضامین منظر عام پر آچکے ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ حامدی کاشمیری کی شناخت قومی اور بین الا قوامی سطح پر ایک نقاد کی ہے۔ انہوں نے اردو تنقید کو ایک نیا نظریہ اکتشافی تنقید بھی دیا۔ ان کی تنقیدی کتابیں اردو ادب میں حوالے کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر

حامدی کاشمیری ایک سوانح نگار کی حیثیت سے بھی اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہیں ہوئی ہے اس لئے میں نے حامدی کاشمیری کی سوانح حیات ''رہگزر در رہگزر'' کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔حامدی کاشمیری کی یہ خودنوشت ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی ہے۔خودنوشت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعے کسی مخصوص شخصیت کی ابتدائی تعلیم وتربیت سے لے کر ان کی زندگی کے اہم واقعات سے آگاہی ہو جاتی ہے ساتھ ہی اس دور کی سیاسی ،سماجی ،تہذیبی ،تاریخی اور ثقافتی پہلو بھی ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ خودنوشت (سوانح حیات) کے ذریعے نہ صرف ایک فرد کی زندگی کے مختلف اور اہم گوشے سے واقفیت ہوجاتی ہے بلکہ اس کے ذریعے اس عہد کو بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔حامدی کاشمیری ''رہگزر در رہگزر'' کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

''خودنوشت ایک ایسی نثری روداد ہے،جس میں لکھنے والا،خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبہ حیات سے ہو،اپنی زندگی کے دوران مختلف واقعات اور شخصیات سے متصادم ہو کے ردعمل کے طور پر اپنے محسوسات ،فکریات اور نفسیاتی کیفیات بیان کرتا ہے۔ظاہر ہے یہ تحریر بقول غالب ''فریاد کی کوئی لے نہیں ہے'' اور ''گوش نصیحت نیوش'' کی دعوت نہیں دیتی۔کیونکہ یہ کسی اخلاقی کاربراری کے لئے ضبط تحریر میں نہیں آتی۔حسنِ اتفاق سے یہ اگر کسی قلم کار کا نتیجہ فکر ہے۔تو یہ اسکی بصارت وبصیرت اور اسکی نفسیاتی اور جمالیاتی زندگی کے گزراں لمحوں کی تصویر کشی سے واسطہ رکھتی ہے۔

رہگزر در رہگزر لکھنے کے اسباب حامدی کاشمیری یوں بیان کرتے ہیں:

> ''کشمیر میں صدیوں سے رائج inflected ظلم وستم کے نتیجے میں جو سیاسی و سماجی بیداری ،آگہی اور بقول علامہ اقبال ''ہمالہ کے چشموں کے ابلنے کی نوید دی تھی'' سے بچپن سے لے کر آج تک مشاہدو متاثر رہا ہوں۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ میں نے زندگی کے سفر میں پیش آنے والے تجربات اور مشاہدات کو کسی حاشیہ آرائی ،

خودستائی اور مبالغہ آمیزی سے احتراز کیا ہے۔ میرے خیال میں یہی رویہ میری رودادِ حیات کی معنویت اور جواز پر دلالت کرتا ہے۔''

(ابتدائیہ رہگزر در رہگزر)

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔

(میرؔ)

رہگزر در رہگزر میں حامدی کاشمیری نے اپنے آباءواجداد کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تعلیم وتربیت پر خصوصی روشنی ڈالی ہے۔ ان کا خاندان مذہبی تھا۔ اسی وجہ سے حامدی صاحب بھی نماز وروزہ کے پابند ہوجاتے ہیں۔ گھریلو تعلیم کے بعد اسکولی تعلم شروع ہوجاتی ہے اور نویں جماعت میں لگ بھگ پندرہ سال کی عمر میں انہیں شعر کہنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور دسویں جماعت میں شعر کہنے لگتے ہیں۔ انہیں کتاب پڑھنے کا بےحد شوق تھا اسی زمانے میں انہوں نے کشمیری شعراء محمود گامی، حقانی، احمد بٹہ واری، صمد میر اور شمس فقیر وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی انہوں نے اقبال کی بانگ درا اور میر امن کی باغ و بہار سے بھی استفادہ کیا۔ حامدی کاشمیری کے ذہن ودل پر تقسیم ہند کے واقعات کے گہرے اثرات مرتب ہوئے جس کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''۱۹۴۷ء کا زمانہ اتھل پتھل، انتشار، مہاجرت خانماں بربادی اور خون خرابے کا زمانہ تھا۔ برصغیر ہندوستان انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہوا اور ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم ہوا۔ نتیجے میں لاکھوں لوگ بےگھر ہوگئے اور فرقہ وارانہ فسادات سے موت کا بازار گرم ہوا۔ وادی کشمیر ان ہوشربا فسادات سے محفوظ رہی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ یہاں صدیوں سے مسلمان اور ہندو آپس میں شیروشکر تھے۔ وادی ابھی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی غرض مندانہ اور اوچھی سیاست گری سے پاک تھی۔ البتہ جموں اور اسکے نواحی علاقوں میں اہل شر

کے ہاتھوں بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کے واقعات سننے کو ملتے رہے۔ ۱۹۴۷ میں ریاست جموں وکشمیر کے الحاق کے مسئلے پر دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ گئی ۔ اس وقت کی سیاسی قیادت اور ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ نے ہندوستان سے عارضی الحاق کیا اور طے کیا کہ حالات کے معمول پر آنے پر یہاں کے لوگوں سے الحاق کے بارے میں رائے طلب کی جائے گی ۔ اس سے پہلے اوڑی اور بارہمولہ کے راستے سے آکر ہتھیار بند قبائیلیوں نے غارت گری کر کے سری نگر کا رخ کیا تھا۔ ادھر ہندوستانی افواج وارد کشمیر ہو کے قبائیلیوں سے متحارب ہوئی ۔ کافی خون ریزی کے بعد جنگ بند ہوئی۔ لیکن یہ ریاست کو دوحصوں مین تقسیم کر گئی۔ اُدھر کا کشمیر پاکستان اور اِدھر کا کشمیر ہندوستان کے قبضے میں آ گیا''۔

(رہگزر در رہگزر، ص۵۳۔۵۲)

تقسیم ہند کے اس حادثے نے حامدی کاشمیری کو ذاتی طور پر اندر سے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔انہوں نے پڑھنا بھی ترک کر دیا اور اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزارنے لگے۔ ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد تو ہو گیا تھا لیکن فرقہ وارانہ فسادات سے انسانی قدریں ختم سی ہو گئی تھیں اور بے شمار معصوم اور بے گناہ لوگ فسادات کی نذر ہو گئے۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد حامدی صاحب کے سر پر میٹرک کا امتحان بھی آ گیا اور یہی وہ زمانہ تھا جب وہ کشمیری اور اردو میں اشعار لکھنے لگے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں الٹے سیدھے اشعار لکھتا رہا مجھے اپنے لئے تخلص کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ فارسی شعراء سعدی اور رومی کے تخلصوں کے زیر اثر میں نے اپنے لئے حامدی تخلص اختیار کیا اور اس کے انتخاب میں، میں نے قران حکیم سے فال نکالا، اور ''حامدون'' سے استفادہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد میں نے حامدی کے ساتھ کاشمیری بڑھایا۔ کشمیر

کے صفِ اول کے شعرا طالب کشمیری اور شہ زور کاشمیری کو دیکھ کے
یہ خیال آیا''۔

اس کے بعد حامدی کاشمیری اردو میں باضابطہ اشعار لکھتے گئے اور رسالے میں بھی شائع ہونے لگے۔ ۱۹۴۸ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد کے بعد ایس۔ پی کالج میں داخلہ لیا۔ انہوں نے ایس۔ پی کالج کے ایک مشاعرے میں جو غزل پڑھی اس کا مطلع یہ تھا۔

جہاں میں انقلاب حشر ساماں دیکھتا ہوں میں
نگاہ و دل کا شیرازہ پریشاں دیکھتا ہوں میں

حامدی کاشمیری کالج کے زمانے میں پبلک لائبریری میں افسانے اور ناول کا مطالعہ کیا اسی دوران انھیں احساس ہوا کہ افسانے لکھ سکتا ہوں اور انہوں نے افسانے لکھنے شروع کردیئے اور ان کے افسانے راوی، تعمیر، بیسویں صدی، راہی، شانِ ہند، شاعر، آجکل اور شب خون جیسے موقر رسالے میں شائع ہونے لگے۔ ایس۔ پی کالج سے ہی انگریزی میں ایم۔اے کرنے کے بعد وہیں عارضی استاد کی حیثیت سے پڑھانے لگے انہوں نے پراؤیٹ سے ایم اے اردو امتیازی نمبرات سے پاس کیا۔ حامدی کاشمیری نے ''رہگزر زدر رہگزر'' میں شعبۂ اردو کشمیر یونی ورسٹی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ایس۔ پی کالج کے بعد اکادمی سے بھی وابستہ ہوئے اور پھر یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں ان کا تقرر ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

''شعبۂ اردو میں مجھے یہ محسوس کرنے میں دیر نہ لگی کہ وہاں کا ماحول مکدر ہے۔ شکیل صاحب زور صاحب کے صدر شعبۂ ہونے پر ناخوش تھے اور ہر کس و ناکس سے شکایت کرتے۔ یہ باتیں نمک مرچ لگا کر زور صاحب تک پہنچا دی جاتیں اور وہ بھی شکیل صاحب کے خلاف خار کھائے بیٹھے رہتے۔ شکیل صاحب کو یہ شکایت تھی کہ زور صاحب نے آ کر ان سے شعبے کی صدارت کا حق چھین لیا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ دونوں حضرات کو میرے لا تعلقانہ رویے اور detachment کی پوری understanding تھی۔
۔۔۔۔۔۔زور صاحب کی وفات کے بعد شکیل صاحب پھر شعبے کے انچارج ہیڈ ہو گئے۔ لیکن سلیکشن کمیٹی کی میٹنگ میں ان کے بجائے حیدرآباد یونیورسٹی کے ہی شعبہ اردو کے سابق صدر عبدالقادر سروری کو select کیا گیا۔ شکیل صاحب نے پھر اپنا احتجاج اور غیر مفاہمانہ رویہ قائم کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے ہی شعبہ اردو کو قائم کیا تھا لیکن انٹرویوز میں فیصلہ ان کے خلاف ہو جاتا ہے۔ وہ انٹرویو کمیٹی کی حرف گیری کرنے کے بجائے منتخبہ پروفیسر کو مورد الزام ٹھہراتے تھے اور شعبے میں رسہ کشی، چپقلش اور تناؤ کا ماحول پیدا ہوتا۔ ان حالات میں اس سے الگ رہنے کے باوجود میرے لئے ذہنی تناؤ سے بچنا ممکن نہ تھا۔ دوسرے رفقا یعنی اسد اللہ کامل، اللہ داد خان اور مسز نذیر بھی مخاصمت کی اس فضا کو پسند نہیں کرتے تھے، تاہم ان کی صدر شعبہ اور شکیل صاحب کے ساتھ اپنی اپنی وابستگیاں جلتے پر تیل کا کام کرتیں، ان ہی دنوں سروری صاحب نے شعبے میں ریسرچ کو متعارف کیا، میں نے ان کے مشورے پر پی۔ ایچ۔ ڈی میں رجسٹریشن کرائی اور سروری صاحب میرے گائیڈ مقرر ہوئے میں نے حیدرآباد میں بھی ان کی نگرانی میں ریسرچ کرنے کی خواہش کی تھی، انگریزی ادبیات میں ایم۔ اے کی وجہ سے میں نے ''اردو نظم اور یورپی اثرات'' کا موضوع چن لیا''۔

(رہگزر در رہگزر، ص،۱۱۶/۱۱۷)

حامدی کاشمیری نے ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور پھر حامدی صاحب ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے ریڈر اور پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے اردو والوں کے لئے خوشی کی بات یہ بھی ہے کہ حامدی صاحب کی علمی اور تنظیمی صلاحیتوں کو دیکھتے

ہوئے انہیں وائس چانسلر جیسے پروقار عہدے پر فائز کیا گیا۔ حامدی کاشمیری نے ''رہگزر در رہگزر'' میں سماجی بدعتوں اور توہم پرستی پر بھی اظہار خیال کیا ہے کہ کس طرح ہمارے یہاں تعلیم یافتہ لوگ بھی توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کے شکار ہیں۔ ہمارے سماج میں فقیر، درویش اور مجذوب کی شکل میں جو لوگ نظر آتے ہیں ان کے اردگرد مرد عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے ہیں اور اپنی حاجتیں بیان کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح کی بدعتیں تعلیم سے محرومی کی وجہ سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ حامدی کاشمیری لکھتے ہیں:

> ''تعجب تو یہ ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس ذہنی کمزوری کے شکار ہوتے ہیں۔ اور وہ جسمانی تکلیف یا گھریلو اور سماجی پریشانی کو رفع کرنے کے لئے فقیروں اور پیروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایک بار میڈیا میں خبر آئی کہ ایک پانچ سالہ لڑکیجو باہر سے آئی ہے، لوگوں کو غیب کی باتیں بتا کر حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ لوگ کافی تعداد میں اس سے ملنے گئے۔ یہاں تک کہ کئی تعلیم یافتہ لوگ پروفیسر، ڈاکٹر اور بیوروکرٹس اور میڈیا والے اس کے گرد جمع ہو گئے''

(رہگزر در رہگزر۔ ص ۷۷)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں حامدی کاشمیری نے اپنی سوانح حیات میں سیاسی، سماجی اور معاشری مسائل کو بہت خوبصورتی سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ حامدی صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت کے مختلف زاویے ہیں اور ہر زاویہ سے وہ ایک مکمل ادیب نظر آتے ہیں۔ انہوں نے مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ''وادی کے پھول'' ۱۹۵۷ء میں منظر عام پر آیا اور اس کے بعد کئی افسانوی مجموعے اور ناول منظر عام پر آئے جن میں سراب، برف میں آگ ان کے مشہور افسانوی مجموعے ہیں ساتھ ہی انہوں نے متعدد ناول بھی لکھے ہیں جن میں بہاروں میں شعلے، پگھلتے خواب، اجنبی راستے، بلندیوں کے خواب قابلِ ذکر ہیں۔ حامدی کاشمیری کے کئی اردو شعری مجموعے لاحرف، شاخ زعفران، عروس تمنا، وادی امکاں، خواب رواں اور یک

شہرگماں بھی شائع ہوئے ہیں۔ان کی تنقیدی کتابیں بھی تقریباً بیس سے زیادہ منظر عام پر آچکی ہیں جن میں جدید اردو نظم اور یورپی اثرات، غالب کے تخلیقی سرچشمے، کارگہہ شیشہ گری (میر کا مطالعہ)، حرف راز۔اقبال کا مطالعہ، اقبال اور غالب، معاصر تنقید، اکتشافی تنقید کی شعریات اور ریاست جموں وکشمیر میں اردو ادب وغیرہ کو کافی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔

مجموعی طور پر''رہگزر در رہگزر''میں اہم سیاسی، سماجی اور علمی و تدریسی واقعات کو حامدی صاحب نے حقیقت پسندانہ طریقے سے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ۱۹۹۰ء میں جگ موہن کو ریاست کا گورنر بنایا گیا اور اس کے دور میں ریاست جموں وکشمیر کی تباہی ہوئی اس پر بھی بیبا کانہ گفتگو کی ہے۔کشمیر یونی ورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحق اوران کے پی۔اے کو انتہا پسندوں نے اغوا کر کے ہلاک کیا اس کا بھی ذکر اس میں موجود ہے۔حامدی کاشمیری نے مارچ ۲۰۱۳ء تک کے اہم واقعات وحادثات کو''رہگزر در رہگزر'' میں پیش کیا ہے۔

اتنے شرکائے سفر، دیکھا نہ تھا
رہگزر در رہگزر دیکھا نہ تھا

کسی ادیب اور فنکار کی سوانح حیات کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں اس عہد کے تمام اہم ادباء اور شعراء کا ذکر بھی تفصیل سے ملتا ہے اور یہ تمام خوبیاں اس سوانح حیات میں موجود ہے۔اس مطالعے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ آزادی کے بعد کی خودنوشتوں میں'' رہگزر در رہگزر'' کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔

○○○